© rasailojaraid.com

مکان کا آنگن بن گئی ہے اور سارے انسان مختلف اسباب و مصالح کی وجہ سے گویا ایک کنبہ ہوگئے ہیں کہ اب کوئی ملک دوسرے ملک سے بے نیاز اور کوئی قوم دوسری قوم سے الگ تھلگ رہ کر زندگی کی ابتدائی ضرورتیں بھی نہیں مہیا کر سکتی۔ اس زمانہ میں دنیا کی عملاً حالت یہ ہے کہ ضروری اشیائے صرف کہ جن پر مدار حیات ہے، بعض ملکوں کو دوسرے ملک فراہم کرتے ہیں (مثلاً اکثر عرب ممالک اپنی غذائی ضروریات تک میں دوسرے ملکوں کے محتاج ہیں) اگر وہ فراہم نہ کریں تو سب یا اکثر لوگ غذا کی نایابی کی وجہ سے بھوک سے ہلاک ہو جائیں گے اس طرح بیرونی تجارت کا ترک ایک ہی فرد نہیں بلکہ ایک ملک او قوم کی ہلاکت کا ذریعہ بن جائے گا۔ تو اس صورت کو یقیناً "ضرورت" کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ اور جائز ہوگا۔

آجکل سفرِ حج کیلئے بھی بینک کا توسط ضروری ہے

اسی طرح جب ساری دنیا میں بیرونی سفر کے لیے ہوائی جہاز (یا بحری جہاز) کا کرایہ عموماً بینک ڈرافٹ یا چیک (جس میں ہر قسم کے وہ حوالہ جات بھی شامل سمجھنے چاہئیں جو دوسرے ملکوں میں وہاں کے سکّہ میں رقم فراہم کرنے کا وسیلہ ہیں) ہی کے ذریعہ ادا ہوتا ہے تو محض اس وجہ سے سفر کی ممانعت کر دینے کے معنی فریضۂ حج کی ادائیگی سے محرومی بلکہ اسے عملاً ساقط کر دینے کے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسا فریضہ جو رکن اسلام ہو اسے ساقط کر دینا کیا معمولی درجہ کی بات ہے؟ اگر بالفرض ان "اعذار" کو "ضرورت" کا درجہ نہ بھی دیا جائے تو بھی اس طرح کے مسائل کے بارے میں ہمیں — اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ فقہا کے کلام سے رہنمائی ملتی ہے (جو دراصل مستفاد ہے مشکوٰۃ نبوۃ سے) فقہا کے یہاں ایک اصل یہ بھی ہے:

عہ راقم الحروف اس سے ناواقف نہیں ہے کہ بعض فقہاء نے اس طرح کی بعض دیگر شکلوں میں فریضۂ حج کے ساقط ہونے کی رائے دی ہے مگر ترجیح (محققین کے نزدیک) عدم سقوط ہی کو ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحاجة تنزل منزلة الضرورة[۱] ۔ حاجۃ بھی کبھی ضرورۃ کا درجہ پالیتی ہے۔ (یعنی اس کی وجہ سے حرام حلال ہوجاتا ہے) اس کے ساتھ ایک اصل یہ بھی ہے۔

والحاجة اذا عمت كانت جو حاجۃ عام ہوجائے وہ ضرورۃ

كالضرورة[۲] کی طرح بن جاتی ہے۔

یہ قاعدے بھی نصوص سے مستفاد ہیں اور اس کے تحت بہت سے مسائل آجاتے ہیں جن میں سے کچھ احادیث نبویہ میں صراحۃً ملتے ہیں، مثلاً اجارہ، کی مشروعیت یا نکاح کیلئے یا طبی مصلحت سے اجنبیہ کو دیکھنا۔ حالانکہ اجنبیہ کو دیکھنے کی ممانعت صریح نص سے ثابت ہے لیکن نکاح سے پہلے مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتی ہے۔[۳]

اجارہ میں معدوم شئے کی (یعنی منفعت کی) بیع ہوتی ہے اور معدوم کی بیع کا ممنوع ہونا بکثرت احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (بیع حبل الحبلہ[۴] کی ممانعت اور قبل ظہور[۵] پھلوں کی بیع کا ممنوع ہونا اسی قبیل سے ہے جس کی ممانعت احادیث صحیحہ میں ہے)

(باقی آئندہ)

---

۱ الاشباہ للسیوطی صـ۹۷

۲ ایضاً

۳ بخاری صـ۷۶۸ و مسلم جـ۱ صـ۴۵۶

۴ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲ ۔ جاہلیت میں اچھی نسل کے جانوروں کی پیدائش سے بھی پہلے بیع ہوجاتی تھی یہی بیع حبل الحبلہ ہے۔ چونکہ یہ معدوم شئے کی بیع تھی اسی لیے حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

۵ صحیح مسلم ج ۲ صـ۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخ وصال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

جناب مسعود انور علوی۔ ایم اے عربی۔ علیگ

حضرت حکیم الامت ولی النعمت حجۃ الاسلام امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جو موت العالم موت العالم کے مصداق تھی آپ کے چند مخصوص مریدین و مسترشدین نے بہ صورت اشعار اظہار رنج وحزن وغم واندوہ کیا تھا اور مصرعہ اخیرہ سے سنہ وفات بھی نکالا تھا۔ لیکن ان تاریخوں کا کہیں پتہ نہیں چلتا اور شاید اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ کے وصال کے سنہ میں اختلاف بھی رہا ہے۔ مولوی رحیم بخش صاحب دہلوی مرحوم نے "حیات ولی" میں جو حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات وواقعات میں سب سے پہلی مبسوط وجامع تالیف ہے۔ آپ کا سنہ وفات ۱۱۷۶ھ لکھا ہے اور ثبوت میں صرف ایک مصرعہ قلم بند کر کے لکھا ہے کہ آپؒ کا سنہ وفات "او بود امام اعظم دیں" (وہ دین کے امام اعظم تھے) سے نکلتا ہے۔ چنانچہ بعد کے تمام سوانح نگاروں نے "حیات ولی" ہی کا تتبع کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی ایک مصرعہ لکھا ہے۔

مجھ سے ایک مرتبہ ایک صاحب نے بیان کیا تھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے قبرستان میں خانوادۂ ولی اللہی کے دیگر حضرات کے ساتھ ہی آپ کے مزار شریف پر بھی تاریخ لگی ہے۔ چنانچہ گزشتہ ہفتہ میں خاص طور پر دہلی گیا اور حضرت شاہ صاحبؒ کے مزار شریف واقع قبرستان مہندیان۔ خواجہ میر درد روڈ۔ نئی دہلی پر حاضر ہوا۔ لیکن تاریخ تو درکنار وہاں کتبہ تک نہ تھا۔ فاتحہ خوانی کے بعد میں نے وہاں موجود مدرسہ رحیمیہ کے اکثر اراکین سے دریافت کیا مگر کوئی صحیح نہ بتا سکا۔ اس کے بعد میں علی محمد صاحب متولی جو ایک معمر وباریش بزرگ تھے، کے پاس

© rasailojaraid.com

حاضر ہوا، انھوں نے صرف اتنا بتایا کہ شاہ صاحبؒ کا سنہ وفات ۱۱۷۶ھ ہے۔ میں نے عرض کیا ثبوت؟ جس پر انھوں نے مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم کا منقولہ مصرعہ "او بُد امام اعظم دیں" سنایا۔ چنانچہ میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ایک مسترشد خاص مولوی محمد معظم صاحبؒ نے بھی آپؒ کا سنہ وفات "آفتاب دین شد زیر زمیں" سے ۱۱۷۶ھ نکالا ہے۔ وہ سخت متحیر ہوئے اور فوراً کاغذ اور پنسل میری جانب بڑھا دی۔

آمدم برسر مطلب حسن اتفاق اور خوبیٔ قسمت کہ پچھلے دنوں مجھے اپنے ایک بزرگ کے پاس جو حضرت حاجی امین الدین محدث کاکورویؒ[1] کے احفاد میں سے ہیں "کشکول امینی" ایاض حضرت حاجی صاحبؒ جو افادات خانوادہ ولی اللّٰہی پر محتوی ہے، سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا۔ جس میں مجھے دو تین ایسے پرچے ملے جن سے حضرت شاہ صاحبؒ کے چند مسترشدین کی کہی ہوئی منظوم تاریخہائے وفات ملیں۔ چونکہ اب تک کسی تذکرے میں میری نظر سے نہیں گذری تھیں لہذا ان میں سے دو تاریخیں جن سے شاہ صاحبؒ کے

---

[1] حضرت حاجی امین الدین محدث کاکورویؒ ابن حضرت ملا حمید الدین محدث کاکورویؒ ۳ ربیع الآخر ۱۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ کتب درسیہ اپنے والد ماجد و برادر معظم قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خاں صاحب ثاقبؒ۔ و ملا عبد العلی بحر العلومؒ وغیرہم سے پڑھیں۔ بڑے عابد و زاہد عالم باعمل بلند پایہ فقیہ و محدث تھے۔ آپ حضرت شاہ ابو سعید حسنی رائے بریلویؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ ابو سعید صاحبؒ نے آپ کو بروز جمعہ بوقت شب میزاب رحمت کے نیچے حطیم میں ٹھیک اسی طرح مرید فرمایا تھا جس طرح ان کے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کو ان کے شیخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مرید فرمایا تھا۔ اس واقعہ کو معہ دیگر احوال حج کے حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے سفرنامہ حج (عربی) میں جو کشکول امینی میں درج ہے بڑے ذوق و شوق سے تحریر فرمایا ہے۔ آپ کے حالات تذکرہ مشاہیر کاکوری مولفہ حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر کاکورویؒ اور نزہۃ الخواطر ۷: ۸۳۵ میں دیکھے جا سکتے ہیں ۱۲ منہ